عطار ہو، رومی ہو، رازی ہو، غزالی ہو
کچھ ہاتھ نہیں آتا بے آہِ سحر گاہی !!

اِدارۂ اشرفیہ عزیزیہ کا ترجمان

ماهنامه غزالی

ذیقعدہ ۱۴۲۶ھ/دسمبر2005ء

Reg No: P 476

جلد چہارم: شمارہ: 4

فہرست

عنوان	صاحبِ مضمون	صفحه نمبر
ہر پریشانی کا علاج	حضرت مولانا محمد اشرف سلیمانی پشاوریؒ	3
اصلاحی مجلس (قسط: ۱)	حضرت ڈاکٹر فدا محمد مدظلہٗ	11
ذہنی اور جسمانی بیماریاں اور اُن کا شرعی حل	ڈاکٹر فہیم صاحب	19
اعتماد کا کرشمہ	حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا رحمتہ اللہ علیہ	21
مقدونیہ کا سفرنامہ	ڈاکٹر قیصر علی	22
انجینئر حاجی عبدالمنان صاحب سے ملاقات	مولانا محمد اسلم شیخوپوری	24
اہلِ سُنت والجماعت (قسط: ۸)	حضرت مولانا سیّد سلیمان ندویؒ	28

فی شمارہ: =/15روپے

سالانہ بدل اشتراک: =/180روپے

خط و کتابت کا پتہ: مدیر ماهنامه غزالی

مکان نمبر: P-12 یونیورسٹی کیمپس پشاور

ای میل: mahanama_ghazali@yahoo.com

saqi_pak99@yahoo.com

zef_pk@yahoo.com

﴿ہر پریشانی کا علاج﴾

(حضرت مولانا محمد اشرف سلیمانی پشاوریؒ)

دل کیوں پریشان ہوتا ہے؟

غالب نے کہا ہے کہ ؎

غمِ عشق اگر نہ ہوتا غمِ روزگار ہوتا

دل کی پریشانی اس وجہ سے ہوتی ہے کہ دل کا چین جس ذات سے وابستہ ہے وہ ذات دل کے اندر نہیں ہوتی، اس کی یاد نہیں ہوتی، اس کا تعلق نہیں ہوتا۔ اگر اللہ تعالیٰ کی ذات دل میں رَچ بس جائے اور اللہ کی ذات پر توکل ہو جائے تو پریشانی نہیں ہوتی۔ انسان کو دُنیا میں اس وجہ سے پریشانی ہوتی ہے کہ جن چیزوں کو وہ پسند کرتا ہے وہ چیزیں ملتی نہیں، یا ان کے ملنے میں دیر ہو جاتی ہے۔ یا وہ چیزیں چھن جاتی ہیں تو انسان کا دل بے قرار ہو جاتا ہے کہ ہائے ایسا کیوں ہو گیا۔ اگر دیکھا جائے کہ چیزوں کے چلے جانے یا نہ ملنے پر جو پریشانی ہوتی ہے وہ اس وجہ سے ہے کہ ہم ان چیزوں میں اپنی کامیابی اور اپنا قرار و چین سمجھتے ہیں۔ اگر ہم کو یہ معلوم ہو جائے کہ چیزوں میں چین و قرار نہیں تو پریشانی کی جڑ کٹ جاتی ہے۔ اگر تھوڑا سا اس میں غور کیا جائے تو ممکن ہے کہ وہ چیزیں مزید پریشانی کا سبب بن جائیں۔ اس کا دُنیا میں بھی اکثر تجربہ ہوتا رہتا ہے۔ قرآن کریم میں بھی اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

وَعَسٰۤی اَنۡ تُحِبُّوۡا شَیۡـًٔا وَّهُوَ شَرٌّ لَّكُمۡ (سورة البقرة: ٢١٦)

ترجمہ: ''بہت دفعہ ایک چیز کو تم پسند کرتے ہو حالانکہ اس میں تمہارے لئے شر ہوتا ہے۔''

عَسٰۤی اَنۡ تَكۡرَهُوۡا شَیۡـًٔا وَّهُوَ خَیۡرٌ لَّكُمۡ (سورة البقرة: ٢١٦)

ترجمہ: ''بہت دفعہ ایک چیز کو تم ناپسند کرتے ہو لیکن اس میں تمہارے لئے خیر ہوتی ہے۔''

اللہ تعالیٰ آپ کے مستقبل کو خوب جانتے ہیں کہ کن کن چیزوں سے تم کو فائدہ ملے گا اور کن کن چیزوں سے نقصان پہنچے گا۔ تم اپنی لاعلمی کو اللہ تعالیٰ کے علم پر قربان کر دو اور یوں سمجھو کہ ہمارا اللہ حالات کا بگاڑنے اور بنانے والا ہے، وہ ماں باپ سے زیادہ شفیق ہے، وہ ہمارے فائدے اور بھلے کو ہمارے نفسوں اور

جانوں سے زیادہ پسند کرتا ہے۔اس نے اگرکسی چیز کو ہم سے چھین لیایا روک لیایانہیں دیا تو چونکہ وہ مہربان ہے ہمارے مستقبل کوخوب جانتا ہے،تو اس نے ہمارے فائدے کے لئے وہ چیز ہم سے روک دی۔ (Younger Pit) برطانیہ کے بڑے وزیروں میں سے ایک تھا،اس کا باپ بھی وزیراعظم تھا۔(آئی سی.ایس) کے امتحان میں فیل ہوگیا۔اگروہ فیل نہ ہوتا تو(Younger Pit) نہ بنتا۔اگرمحمد علی جوہر(آئی سی.ایس) کے امتحان میں فیل نہ ہوتے تو وہ ہندوستان کی ناموس اورناک نہ بنتے۔قائداعظم محمد علی جناح اگرجج بن جاتے تو قائداعظم نہ بنتے۔بعض اوقات ایک چیز چھن جاتی ہے اوراس کے بدلے دوسری اور بہتر چیز عطاء کی جاتی ہے۔

اگر میں (مولانا صاحبؒ خود) اپنے رُخ سے چلتا۔تو اس وقت زیادہ سے زیادہ (Chief Engineer) ہوتا۔والدصاحب کا خیال مجھ سے انجینئر نگ کرانے کا تھااور معلوم نہیں کہ اب تک کتنی حرام کی کوٹھیاں بنا چکا ہوتا۔اُس سے پہلے والدصاحب کی وفات ہوگئی اوراللہ تعالیٰ نے بزرگوں کی خدمت میں پہنچا دیا۔اس میں اللہ تعالیٰ کی حکمت تھی۔چیزوں کا آنا جانا،حالات کا اپنی طبیعت کے مطابق نہ ہونا وغیرہ ناکامی کا سبب نہیں۔بقول اقبال ؎

تندیٔ بادِمخالف سے نہ گھبرا اے عقاب
یہ تو چلتی ہے تجھے اُونچا اُڑانے کے لئے

سپرنگ کو جتنا دباؤ گے اُتنا ہی وہ اُبھرے گا۔بعض اوقات انسان کو اُبھارنے کے لئے دباتے ہیں۔انسان کو چاہیے کہ صبروثبات اور رضائے الٰہی کو اپنا مقصد بنائے اور اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں خیروشر کو جانے کہ وہ جو بھی معاملہ میرے ساتھ کرتے ہیں وہ ٹھیک کرتے ہیں اوراس میں میری بھلائی اورفائدہ ہے۔حدیث پاک میں سیدالانبیاء حضرت محمد ﷺ ارشادفرماتے ہیں اوردُعاء کرتے ہیں۔حضور ﷺ کی دُعائیں حضور ﷺ کے ارمانوں کا نام ہے۔دُعافرماتے ہیں:

اَللّٰھُمَّ اِنِّیۡٓ اَسْئَلُکَ نَفْسًا بِکَ مُطْمَئِنَّۃً تُؤْمِنُ بِلِقَآئِکَ وَ تَرْضٰی بِقَضَآئِکَ وَتَقْنَعُ بِعَطَآئِکَ O (مناجاتِ مقبول)

ترجمہ: ’’اے اللہ! میں تجھ سے اطمینان والانفس چاہتا ہوں جو تیری مُلاقات کا یقین رکھتا ہواور

تیری قضا پر راضی ہو اور تیری عطاء پر قانع ہو"

اس دُعاء میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے طمانیت نفس و قلب کا پورے کا پورا طریقہ بتا دیا۔ پہلی بات جو اللہ تعالیٰ سے مانگی ہے کہ اے اللہ! تُجھ سے ایسا نفس چاہتا ہوں جو تیری ذات سے طمانیت کو حاصل کرے۔ اس سے ایک بات معلوم ہوئی کہ منبع طمانیت اللہ تعالیٰ کی ذات ہے۔ جب طمانیت اللہ کی ذات سے آتی ہے تو اُن ذرائع کو اختیار کرنا پڑے گا جن ذرائع پر اللہ تعالیٰ طمانیت مرحمت فرماتے ہیں۔ ان ذرائع میں پہلی بات جو ہے وہ اللہ تعالیٰ کا تعلق ہے اور تعلق بھی آنی جانی نہ ہو بلکہ ایسا مستقل تعلق ہو جو ہمارے اور اللہ کے تعلق کو پیوست کر دے۔ اللہ سے دوستی اور رابطہ و ملاپ ریل کے مسافر جیسا نہ ہو بلکہ اللہ تعالیٰ کی ذات جیسے ہمارے وجود کا سبب ہے اسی طور پر اللہ تعالیٰ اس دُنیا میں ہماری بقاء کا سبب ہیں اور مرنے کے بعد ہماری انتہا اللہ تعالیٰ کی ذات ہے۔ یقین کامل ہو کہ آج نہیں تو کل اللہ تعالیٰ سے ملنا ہے۔ تو جب اللہ سے ملنا ہے اگر اس ملنے کا یقین کم ہو گیا اور اس نے ہمارے ساتھ جو برتاؤ کیا اس سے قلب میں گرانی آئے تو کل اللہ کو کیا مُنہ دکھائیں گے۔ کسی کو اپنے محبوب کے ملنے کا یقین ہو اور محبوب گالیاں بھی خط میں لکھے تو اس کی گالیاں بھی میٹھی ہونگی۔ بقول غالب!

"گالیاں کھا کے بے مزہ نہ ہوا"

کسی دوست سے اگر ظاہراً تکلیف پہنچے اور وہ سچا دوست ہو تو انسان اس سے خفا نہیں ہوتا۔ تو جب خدا سے ملنا ہے اور اس کے رُوبرُو ہونا ہے تو خدا کو کل کیا منہ دکھائیں گے کہ اے اللہ! تو نے کل ایسا بوجھ ڈالا تھا۔ منہ سے اگر نہ بھی کہا دل میں گرانی آئی، گلے شکوے کرنے لگے کہ اے اللہ! تو نے ایسا کیا اور ویسا کیا بلکہ دل کی حالت یہ ہو کہ بس جو بھی کیا اچھا کیا۔ بقول کسی کے:

زندہ کنی عطائے تو، وربکشی رضائے تو

دل شدہ مبتلائے تو ہر چہ کنی فدائے تو

ترجمہ: اگر زندہ کریں تو آپ کی عطاء، مار ڈالیں تو آپ کی رضا

دل ہوا آپ کا مبتلا (عاشق)، جو کریں آپ پہ فدا (قربان)

بعض اوقات اللہ تعالیٰ ناپسندیدہ حالات بے واسطہ نہیں کرتے بلکہ کسی واسطہ کے ذریعہ سے کرتے ہیں تاکہ ایمان سلب نہ ہو جائے۔ اب شکایت اور گلہ کس سے؟ جب یہ یقین ہو کہ سب کچھ اللہ کرنے والے ہیں۔ اللہ تعالیٰ جیسے ہماری ذاتوں کے خالق ہیں اسی طرح وہ ہم پر جو حالات لاتے ہیں ان کے بھی خالق ہیں۔

یار دمے کہ بر سرت تیغ زند دم مزن

سر نثارِ یار کن ہیچ نہ خون بہا طلب

”جس وقت یار سر پر تلوار مارے تو دم نہ مارو، سر کو قربان کرو اور خون بہا بھی نہ مانگو“

سر بہ وقت جان سپردن اس کے زیر پائے ہے

یہ نصیب اللہ اکبر لوٹنے کی جائے ہے

”خوشی کا مقام ہے کہ موت کے وقت میرا سر ان کے پاؤں کے نیچے ہے یعنی جیسے کسی جانور وغیرہ کو ذبح کرتے ہیں تو اُس کے سر پر پاؤں رکھتے ہیں۔“

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع کے موقع پر ۱۰۰ اُنٹوں کی قربانی دی تھی، ۶۳ اُونٹ اپنے ہاتھ سے ذبح کئے تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر مبارک بھی ۶۳ سال تھی۔ ہر اُونٹ خود آگے بڑھتا تھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم میری گردن پر پہلے چُھری پھیر دیں۔

ہمہ آھوان صحرأ سر خود نہادہ برکف

بہ اُمید آن کہ روزے بہ شکار خواہی آمد

”یعنی جتنی جنگل کی ہرنیاں ہیں انہوں نے اپنی گردنیں اپنے ہاتھوں میں رکھی ہیں کہ جب تُو شکار کے لئے آئے گا تو ہمارا شکار کرے گا۔“

اور کسی نے کہا ہے کہ:

نہ شود نصیب دُشمن کہ شود ہلاک تیغت

سر دوستان سلامت کہ تو خنجر آزمائی

’’یعنی دُشمنوں کو تیری تیغ سے ہلاکت نصیب نہ ہو، دوستوں کا سر تیرے خنجر آزمائی کے لئے سلامت رہے۔‘‘

حضرت خواجہ عثمان ہارونیؒ جو حضرت معین الدین اجمیریؒ کے شیخ تھے۔ان کا شعر ہے۔

بہر قتلم چوں کشد تیغ نہم سر بہ سجود

او بہ نازے عجبے ، من بہ نیازے عجبے

’’جب وہ میرے قتل کے لئے تلوار کھینچتا ہے تو میں سر کو سجدہ میں رکھ دیتا ہوں، وہ تو عجیب ناز کر رہا ہے اور ہم عجیب نیاز کر رہے ہیں۔‘‘

عرض یہ کر رہا تھا کہ جب اللہ تعالیٰ کی طرف سے حالات کے بننے اور بگڑنے کا یقین ہو جائے اور ساتھ یہ بھی یقین ہو کہ اللہ تعالیٰ مہربان بھی ہے، حنّان اور منّان بھی ہے۔ایک مہربان اور مشفق ڈاکٹر سے زیادہ خیر خواہ اور خیر کا پہنچانے والا ہے۔تو جب ڈاکٹر کی سوئی کے چبھونے کو خندہ پیشانی سے برداشت کرتے ہو کہ اس سے شفاء ہوگی، صرف وقتی تکلیف ہے۔اسی طرح اگر حالات کسی وقت ناساز گار ہو جائیں تو ہمیشہ کے لئے نہیں ہونگے، اس کی رحمت سے نا اُمید نہیں ہونا چاہیئے۔آج کی ناساز گاری کل کی ساز گاری کے لئے ہے۔

فَاِنَّ مَعَ الْعُسْرِ یُسْرًا○ اِنَّ مَعَ الْعُسْرِ یُسْرًاط○ (الم نشرح :٦،٥)

ترجمہ: ’’سو بیشک موجودہ مشکلات کے ساتھ آسانی ہونے والی ہے۔بیشک موجودہ مشکلات کے ساتھ آسانی ہونے والی ہے۔‘‘

ایک تنگی کے ساتھ دو فراخیوں کا وعدہ ہے۔اللہ سے اطمینان کے حاصل کرنے کے لئے پہلی بات لقائے ربّ (اللہ تعالیٰ کا دیدار) کا یقین ہے۔وہاں گِلے کریں گے تو اللہ تعالیٰ فرمائیں گے ہم تو تمہارے درجات کی بلندی کے لئے ایسا کرتے تھے۔ہمارے ہو کر تم ایسا ویسا کرتے اور گڑبڑ کرتے تھے۔ہم تو اگر ساری دُنیا دیدیتے تو ہماری بادشاہی میں کوئی کمی نہ آتی مگر تمہارے فائدے کیلئے نہیں دی۔جیسے غبارہ زیادہ پھونک سے پھٹ جاتا ہے ایسے ہی ہمارے دل کا غبارہ کہیں زیادہ مال کے مل جانے سے پھٹ نہ جاتا۔یعنی تکبر، نخوت، غرور اور بغاوت پیدا ہو جاتی۔

من غمِ تو میخورم تو غم مخور

من بہ تو مشفق ترم از صد پدر

''میں تیرا غم خوار ہوں تو غم نہ کر سو باپوں سے بڑھ کر میں تجھ پر مہربان ہوں۔''

تو پہلی بات اطمینان کے حصول کے لئے ایمان لقائے رحمٰن ہے۔اور یہ ایمان کا خاصہ ہے کہ انسان قضائے رحمٰن پر راضی رہے۔ایک جج ہے کہ وہ انصاف کرنے والا ہے وہ رشوت بھی نہیں لیتا اور تمھارا دوست بھی ہے تو تم کو یہ یقین ہوگا کہ وہ جو فیصلہ کرے گا اس میں ہماری خیر ہوگی۔گو بظاہر نقصان معلوم ہوتا ہو لیکن عقلی طور پر آپ اس کے فیصلہ پر راضی ہونگے۔تو جو لوگ خدا کے تعلق پر یقین رکھتے ہیں تو وہ خدا کے فیصلوں اور معاملوں پر خوش ہوتے ہیں۔حضرت جیلیؒ نے فرمایا ہے کہ میں آپ کو وہ چیز نہ بتاؤں جس سے دُنیا میں بھی جنت کا مزہ آجائے۔فرمایا کہ! اللہ کے فیصلوں پر دل سے راضی ہو جاؤ اور اپنی تجویز اور رائے کو مٹا دو۔ جو ربّ فیصلہ کرتا ہے اس کو اپنا فیصلہ بنالو۔رضا بالقضا جس کا حال بن گیا وہ جنت میں داخل ہوگیا۔بہلول دانا ریت کے ذروں کے ساتھ کھیل رہا تھا ہارون الرشید بادشاہ کا گزر ہوا۔اُس نے پوچھا کہ پگلے کیا کر رہے ہو؟ اور تمہارا کیا حال ہے؟ اس نے کہا کہ اس شخص کا کیا حال پوچھتے ہو جس کے اِشاروں پر دُنیا ناچتی ہے۔ہارون نے کہا کہ ہوش کرو کیا کہہ رہے ہو؟ اس نے کہا۔

چوں رضائے من رضائے حق شود۔

''جب میری اپنی کوئی چاہت نہیں۔جب میں نے اپنی چاہت کو ربّ کی چاہت میں فناء کردیا؟ تو جو ربّ چاہتا ہے وہی میں چاہتا ہوں۔''

بقول مجذوبؒ ؎

کیا سے کیا تو نے مجھے اے شوق فراواں کردیا

پہلے جاں پھر جانِ جاں پھر جانِ جاناں کردیا

مثال کے طور پر میں شہر سے سائیکل پر آرہا ہوں۔شہر سے ایک بس بھی یونیورسٹی کی طرف آرہی ہے میں نے بس کو پکڑلیا۔تو میری سائیکل بھی (Bus Speed) پر آرہی ہوگی اور اگر میں بس سے مخالف

سمت میں چلنے لگا تو دھڑام سے گر جاؤں گا۔ یہ یقین کرو کہ چلے گی صرف ایک خدا کی، تو اللہ کی چلتی کے ساتھ اپنی چلانی شروع کرلو تو دل میں چین اور سکون پیدا ہوگا۔ یہ نہیں کہ دریا میں رہنا اور مگر مچھ سے بیر، بادشاہی اسی کی ہے جب اللہ تعالیٰ سے بگاڑ کر چلیں گے تو کیا ہوگا؟ لوگ تو کہتے ہیں کہ اپنے آپ کو زمانے اور حالات کے مطابق ڈھال لو۔ جب اس کے فیصلہ پر راضی ہونگے تو سب کلفتیں ختم ہو جائینگی۔ جب وہ سمجھیں گے کہ اپنا ہے تو پھر سب تکلیفوں اور کلفتوں کو دور کردیں گے۔

وَ تقْنَعُ بِعَطَآئِکَ

<u>ترجمہ</u>: ''اس کی عطاء پر قانع ہوجاؤ۔''

جب اللہ کی عطاء پر مطمئن ہوجاؤ گے اور اس کو خیر سمجھو گے کہ عین خیر اسی میں ہے کہ جو اللہ میرے ساتھ کرتا ہے وہ خیر ہی خیر ہے۔ دو حالتوں میں سے ایک حالت دُنیا میں آیا کرتی ہے یا ''غمِ عشق یا غمِ روزگار''۔ عشق سے وہ عشق مُراد نہیں جو شیخ چلی نے اماں سے پوچھا تھا کہ اماں لوگ عشق عشق کہتے ہیں۔ یہ عشق کیا بلا ہے؟ ماں نے کہا کہ کسی کو آنکھ مار کسی کو کنکر مار۔ بس اس نے پتھر لیا ہمسایہ کی لڑکی پلنگ پر لیٹی تھی اُوپر سے پتھر مارا اور وہ ختم ہوگئی۔ انہوں نے کہا کہ یہ کیا کیا؟ تو کہا کہ عشق کیا۔ عشق سے مُراد عشقِ الٰہی ہے۔

مولانا رومؒ فرماتے ہیں کہ:

عشق بامردہ نہ باشد پائیدار

عشق را باحئی باقیوم دار

''مردہ کا عشق پائیدار نہیں ہوتا۔ عشق حیّ و قیوم (اللہ) کے ساتھ کرو، اللہ تعالیٰ کے ساتھ دل لگاؤ تو وہی غم میٹھا ہوجائے گا۔''

ایک اور شاعر کہتا ہے:

اقبال محبت کی راہیں، اور ان کی منازل، اُف توبہ

یہ سب کچھ سہ کر جی بھی گئے اس دل کا کلیجہ کیا کہیے

آن حرف نشاط آور می گویم و می رقصم

از عشق دل آساید با این همه بے تابی

''وہ خوشی کا جملہ بولیں جسے میں کہوں اور ناچنے لگوں۔ عشق سے اس ساری بے چینی کے باوجود دِل کو آسائش ملتی ہے۔''

حضرت تھانویؒ نے اس کی مثال دہلی کے مرچوں والے کبابوں سے دی ہے کہ آنکھوں سے آنسو بھی جاری ہیں اور مزے لے لے کر کھا بھی رہے ہیں۔

زخم پر زخم کھا کے جی
اپنے لہو کے گھونٹ پی
آہ نہ کر لبوں کو سی
عشق ہے یہ دل لگی نہیں

جیسے آپریشن میں کلوروفارم دیتے ہیں تو درد کا پتہ نہیں ہوتا۔ ایسے ہی عشقِ الٰہی کا کلوروفارم سونگھو تو غم اور حزن کا پتہ نہیں چلے گا۔ مُجھ جیسے کمزور آدمی کے لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دو عمل بتائے ہیں کہ نماز کے بعد ہاتھ اُٹھاؤ اور دُعا مانگو۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الَّذِیۡ لَآ اِلٰہَ اِلَّاھُوَالرَّحۡمٰنُ الرَّحِیۡمُ ط اَللّٰھُمَّ اَذۡھِبۡ عَنِّی الۡھَمَّ وَالۡحُزۡنَ. (حصن حصین)

ترجمہ: ''اللہ کے نام سے (شروع کرتا ہوں) جس کے سِوا اور کوئی لائقِ عبادت نہیں، وہ بڑا مہربان اور بہت رحم کرنے والا ہے۔ اے اللہ! تُو ہر غم اور ہر پریشانی کو مجھ سے دُور فرما دے''

اور دوسری چیز...... لَاحَوۡلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ ہے۔

ترجمہ: ''(کسی بھی کام کی) طاقت وقوت اللہ بزرگ وبرتر (کی مدد) کے (بغیر) میسّر نہیں ہے۔''

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ یہ ۹۹ بیماریوں کا علاج ہے جس میں ادنیٰ غم وحزن وہم ہے۔

———————★★★★★———————

مسلمان سے ایک سال تک نہ بولنے کا گناہ: حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ نے فرمایا کہ حدیث میں ہے کہ اگر مسلمان سے ایک سال تک نہ بولا جائے تو قتل کا گناہ ہوتا ہے۔ ﴿کمالاتِ اشرفیہ﴾

﴿اصلاحی مجلس﴾

〈حضرت ڈاکٹر فدا محمد مدظلہٗ〉 **قسط: ۱**

نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْم:

حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے زمانے میں طاعون پھیلا تھا اور اتنی موتیں ہو رہی تھیں کہ دفن کرنے کے لیے مشکلات ہوتی تھیں، حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے عجیب لطیفہ لکھا ہے۔ اس دوران اُنھوں نے لکھا ہے کہ اب پتہ چلا کہ کون کونسی چیزیں ضروری اور سنت تھیں اور کون کونسی چیزیں فالتو تھیں۔ فرماتے ہیں کہ اتنی میتیں ہو رہی تھیں کہ غسل، جنازہ کے بعد تیجا، ساتواں، چالیسواں وغیرہ کے لئے کسی کو وقت ہی نہیں مل رہا تھا۔ اس وقت پتہ چلا کہ لازمی چیز تو غسل، جنازہ ہے باقی سب چیزیں تو فالتو ہیں یعنی اِتنی موتیں ہو رہی تھیں کہ دوپہر کو جو آدمی دفن کرتا تھا تو رات کو وہ بیمار پڑ جاتا تھا اور دوسرے دِن وہ دفن ہو جاتا تھا۔ طاعون سے جو تباہی پھیلی اور جو نقصانات ہو رہے تھے اُس نے ایک عجیب وغریب صورتِ حال پیدا کی ہوئی تھی۔ علاوہ ازیں طاعون کے خوف وہراس نے معاشرے کو مزید خراب کر دیا تھا۔

ابھی شمالی علاقہ جات میں جو زلزلہ آیا تو اس کا حل (این جی اوز) نے یہ نکالا ہے کہ کیمپوں میں ناچ گانے کرائے جائیں تاکہ لوگوں کا (Tension) دُور ہو۔ چنانچہ اسلام اخبار نے بٹگرام کے علاقے کے ناچ گانے کے پروگرام کا تذکرہ بھی کیا ہے جسکے بارے میں وہاں بھی جلوس نکلا اور شاید اسلام آباد، پنڈی میں بھی جلوس نکلا، تو ان لوگوں کے نزدیک اس خوف وہراس کو دُور کرنے کا یہ طریقہ ہے کہ ناچ گانے ہوں، لوگوں کی توجہ ہٹے اور خوف وہراس انکا دُور ہو۔ تو اُن دِنوں جو طاعون کا خوف وہراس پھیل گیا اور لوگ معطل ہونے لگے جسے آپ لوگ کہتے ہیں (Depression) میں جانے لگے اور کام کاج سے رہ گئے تو حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے پھر ان دنوں ایک کتاب لکھی 'شوقِ وطن'۔ 'شوقِ وطن' میں اُن احادیث کو جمع کیا جن میں آخرت کی کامیابیاں، وہاں کی راحتیں، جنت کی رعنائیاں، خوشنمائیاں اور جو مومن کے ساتھ رویہ ہوگا کا تذکرہ تھا۔ یہاں تک کہ جب گنہگار مسلمان کو دوزخ میں ڈالا جاتا ہے تو وہ بھی اس کے لیے دُنیا سے بہتر ہے کیونکہ اس میں اُس کی صفائی ہوتی ہے اور پھر وہ جنت میں داخلے کے لیےِ فٹ ہو جاتا ہے۔ اگر کوئی آدمی خیر خواہ بہن، بھائی، ساری برادری موجود ہو اور اسکا آپریشن کرائے، تو کیا ایسے ہی کراتے ہیں کہ اسکو کاٹ رہے

ہوتے ہیں اور وہ چیخیں مار رہا ہوتا ہے بلکہ اسکو بے ہوش کر دیتے ہیں، آپریشن بھی ہو گیا اور اسکو پتہ بھی نہیں چلا، کچھ تکلیف تو بہر حال ہوتی ہے۔

میرا آپریشن جب ڈاکٹر صاحب نے اسلام آباد میں کیا، آپریشن کے بعد اُس نے مجھ پر ایک گر استعمال کیا، وہ یہ کہ اس نے بے ہوشی اور غنودگی کی حالت میں آواز دے کر کہا کہ اسکا آپریشن نہیں ہوا ہے۔ میں جب ہوش میں آیا تو میرا خیال تھا کہ میرا آپریشن نہیں ہوا ہے۔ میں نے کہا چلو نہیں ہوا تو پھر ہو جائیگا، کوئی مسئلہ کھڑا ہو گیا ہوگا۔ خیر ہے پھر میں نے اپنے ساتھیوں سے پوچھا کہ میرا آپریشن ہوا ہے؟ اُنھوں نے بتایا کہ جی ہاں آپ کا آپریشن ہو چکا ہے۔ جب اُنھوں نے کہا کہ آپریشن ہو چکا ہے تو پھر مجھے کچھ کچھ تکلیف محسوس ہوئی اس سے پہلے تکلیف محسوس نہیں ہوئی تھی۔ تو کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ جب مومنین کو جہنم میں ڈال کر اُن کی صفائی کرے گا تو وہ بھی ایک رحمت وشفقت کے ساتھ ہوگی۔ تو وہاں کی دوزخ بھی مومن کے لیے ناپسندیدہ نہ ہوئی۔

حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی جب وفات کا وقت قریب ہوا تو اُن کی بیوی نے دیکھا کہ جارہے ہیں تو کہا ''واحزنا واحزنا'' ہائے افسوس! ہائے افسوس! اُنھوں نے پوچھا کہ کیا بات ہے؟ تو بیوی نے کہا کہ آپ جدا ہو رہے ہیں، تو اُنھوں نے کہا ''واطربا واطربا'' نلاقِ الاحبا محمد صلی اللہ علیہ وسلم وحزبہ'' کہ واہ واہ! کل حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ملیں گے اور دوستوں سے ملیں گے خوشی ہو رہی ہے خوشی طاری ہو رہی ہے۔ حضرت عمار بن یاسرؓ کی وفات کا وقت ہے، یہ جنگِ صفین میں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی طرف سے لڑتے ہوئے شہید ہوئے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بھیجا تھا اُنکو کہ لوگوں کو ہمارے مئوقف پر تیار کرنے کے لیے تقاریر کریں اور دورہ کریں تا کہ لوگوں کو ہمارا مئوقف سمجھ آئے اور ہمارا ساتھ دیں، وہ جب گئے تو حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے جب اپنا استدلال کیا تو انھوں نے کہا کہ حق پر تو آپ ہیں۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کا تو موقف بھی عجیب ہوتا ہے کہ جو حق پر ہے اُنکا ساتھ دیں گے۔ وہ عجیب تقریریں ہیں جو اس دور میں کی گئی ہیں، حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھی تقریر کرتے تھے کہ دیکھو لوگو! ایک طرف حق ہے اور ایک طرف حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ہیں، اب اللہ تعالیٰ تمہیں آزما رہا ہے کہ حق کا ساتھ دیتے ہو یا شخصیت کا ساتھ دیتے ہو۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے جو مبلغ جاتے تھے وہ کہتے تھے دیکھو لوگو! ہمارے بھائی کو شہید کیا گیا اور اُس کی بیوی کی انگلیاں کاٹی گئی، اور ہمارے پاس انکے خون آلودہ کپڑے

ہیں، ہم پر ظلم ہوا ہے جتنے خارجی ہیں وہ جا کر حضرت علی رضی اللہ عنہ کی لشکر میں شامل ہو گئے ہیں اور دیکھو محمد بن ابو بکر رضی اللہ عنہ تک کو گورنری دی جا رہی ہے، حالانکہ وہ حضرت عثمانؓ پر حملے میں شریک تھا، کیا ہم پر ظلم نہیں؟ اب آپ حق کا ساتھ دیں گے کہ دامادِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ساتھ دیں گے۔

اب عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ گئے تو اس کیساتھ شامل ہو گئے، اور جب وہ لڑ رہے تھے تو نوے سال انکی عمر اور روزہ رکھے ہوئے اور مغرب کے وقت میدانِ جنگ میں لڑ رہے ہیں۔ مجاہد بوڑھا نہیں ہوتا آخر تک فٹ رہتا ہے، عابد کا چلنا پھرنا آخر تک رہتا ہے۔ نوے سال کی عمر، روزہ رکھے ہوئے جو آدمی لڑ رہا ہو یہ اسکی صحت تھی۔ جب افطاری کا وقت ہوا تو انھوں نے اپنے ساتھی سے کہا کہ خادم سے کہے کہ افطاری کے لیے کچھ لاؤ، تو وہ دوڑا دودھ لیا اور لشکر میں پہنچا۔ انھوں نے کہا کہ سُبحان اللّٰہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ اے عمار! تیری دُنیا میں آخری خوراک دودھ ہوگا، تو اُنھوں نے کہا کہ آپ نے فرمایا کہ آخری خوراک آپ کی دودھ ہوگا تو اب میں جا رہا ہوں مجھے کوئی پیغام آپ لوگوں نے دینا ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نام پر تو مجھ سے کہیں کہ بس میں جا رہا ہوں، ایسے خوش ہو رہے ہیں۔

خرم آن روزے کہ از منزل ویران بروم
راحتِ جان طلبم وسوئے جانان بروم

''کتنا خوشی کا وہ دِن ہوگا اس ویران منزل سے جائیں گے جان کی راحت پائیں گے اور جانان کی طرف جائیں گے۔''

تو مومن کے لیے موت کیا اور اس سے ڈرنے کا خوف کیسا؟ میں عرض کر رہا تھا کہ ابھی یہ بالاکوٹ کے زلزلے کی وجہ سے کوہاٹ کے ایک میڈیکل سپیشلیسٹ نے بتایا کہ کسی بہت بڑے افسر کی بیوی میرے پاس لائی گئی۔ (Earth Quake Phobia) کے ساتھ، زلزلہ کے خوف کی وجہ سے اس نے وصیت لکھ دی کہ میں مر رہی ہوں، یہ باتیں مومن کو نہیں ہوتی ہیں لیکن تب ہوتی ہیں جب دو باتوں میں کمی ہوتی ہے۔ ایک توحید کا پکا نہ ہونا اور دوسرا شوقِ آخرت نہ ہونا، تو پھر اس کو اس طرح کی باتیں پیش آتی ہیں۔ میں منع نہیں کرتا کہ اسباب اختیار نہ کریں، یہاں زلزلہ ہو رہا ہے اور آپ بیٹھے رہیں باہر نہ نکلیں۔ اللہ نے حکم کیا ہے آپ باہر نکلیں، اسباب اختیار کریں لیکن ہونا تو اللہ کے فیصلے پر ہے اگر تو ہماری موت لکھی ہوئی ہے تو کوئی روک نہیں سکتا ہے اور نہیں لکھی ہوئی ہے تو یہ زلزلے جو عمارتوں کو گرا رہے ہیں ہمیں نہیں مار سکتے ہے۔

حضرت مولانا غلام غوث رحمۃ اللہ علیہ ہوتے تھے، ۱۹۶۵ء کی جنگ تھی وہ لاھور میں ٹھہرے ہوئے تھے، جماعت العلماء کا دفتر بھی تیسری چوتھی منزل پر تھا، سائرن جب بجتے تھے تو لوگ پیچھے دوڑ کے آتے تھے ،اُوپر سے اُترنا پھر جانا، تو انہوں نے اپنے خادموں سے کہا کہ بچو ما به نه پریشانه کوی، کہ مجھے پریشان نہیں کروگے۔ جب مجھے موت آنی ہوئی تو میں اسی جگہ مرجاؤں گا اور نہ آنی ہوئی تو کوئی مجھے مار نہیں سکتا -زما خوب مه خرابه وی، میری نیند نہیں خراب کروگے، کوئی غم خوف ہی نہیں۔ مرتا آدمی اللہ کے امر سے ہے جو فیصلہ آگیا ہو، جس جگہ کا، جس وقت کا، لَا یَسْتَاْخِرُوْنَ سَاعَةً وَّلَا یَسْتَقْدِمُوْنَ -(الاعراف: ٣٤) نہ ایک ساعت پہلے ہوتا ہے نہ ایک ساعت بعد میں ہوتا ہے۔ جب فیصلہ اللہ تعالیٰ کا آیا ہوا ہو تو وہ نہ ایک گھنٹہ، ایک دِن، ایک ساعت پہلے ہوتا ہے نہ منٹ بعد ہوتا ہے اسی وقت ہوتا وَمَا تَدْرِیْ نَفْسٌۢ بِاَیِّ اَرْضٍ تَمُوْتُ ؕ (لقمٰن: ٣٤) ''کسی کو کوئی خبر نہیں کہ وہ زمین کے کس ٹکڑے پر جا کر مرے گا۔''

پروفیسر حمید اللہ صاحب کے گاؤں ہم گئے فاتحہ کے لیے جسکی زلزلے میں وفات ہوگئی، وہ باغ میں تحقیقاتی کام کے لیے ہیلی کاپٹر میں گئے تھے، بس وہیں پر ہیلی کاپٹر گرا۔ ان کا علماء کا خاندان ہے، ہمارے رسالے کے سرپرست میاں سعید اللہ صاحب انکے چچا تھے۔ میں نے ان سے کہا کہ میاں صاحب وَمَا تَدْرِیْ نَفْسٌۢ بِاَیِّ اَرْضٍ تَمُوْتُ ؕ (لقمٰن: ٣٤)، کوئی آدمی نہیں جانتا کہ کس جگہ وہ کس زمین پر جا کر مرے گا، تو انھوں نے کہ کہ واقعی جب اسکی اطلاع آئی تو فوراً میری زبان پر بھی یہی آیت آئی، وَمَا تَدْرِیْ نَفْسٌۢ بِاَیِّ اَرْضٍ تَمُوْتُ ؕ (لقمٰن: ٣٤)، کہ نہیں جانتا کوئی کہ کس جگہ یہ جا کر اُسکی موت ہوگی، جو لکھی ہوئی ہے وہاں پہنچے گا آدمی، جو وقت ہے وہ آئے گا مقرر ہے تو ڈرنا کس بات سے، حضرت مولانا صاحب رحمۃ اللہ علیہ فارسی کا ایک شعر سنایا کرتے تھے ؎

چُوں ربّ داری چه غم داری

''جب اللہ پاک ہے تو ہمیں کس کا غم ہے۔''

دوسرے کسی شاعر کا شعر ہے کہ

کار ساز ما بفکر کارما

فکر ما در کار ما ازارما

''کہ کام بنانے والا میرے کام کی فکر میں ہے اور میرا اپنے کام کے لیے فکر کرنا اپنے آپ کو تکلیف دینا ہے۔''

حضرات محققین نے اس شعر کو بدلا ہے

کارساز ما بسازِ کارما

''اللہ کو فکر کرنے کی ضرورت نہیں پڑتی ہے فکر وہ کرے گا جو قادر و قدرت والا نہیں جسکی قدرت نہ ہو جسکی طاقت نہ ہو اس کو فکر کرنا پڑے گا، اللہ تعالیٰ تو کُن فیکون ہے کہ جس چیز کو کہے وہ ہو جاتی ہے فکر کی ضرورت نہیں پڑتی ہے۔''

تو شعر ایسے ہے:

کارسازِ ما بسازِ کارِ ما

''میرا کام بنانے والا میرا کام بنا رہا ہے۔''

کارسازِ ما بسازِ کارما

فکر ما در کار ما آزار ما

''میری فکر میرے کام کے بارے میں اپنے آپ کو تکلیف دینا ہے کیونکہ میرا جو کام بنانے والا ہے وہ میرے کام کو بنا رہا ہے اُس نے اپنے ذمے لیا ہوا ہے۔''

وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ فِی الْاَرْضِ اِلَّا عَلَی اللّٰہِ رِزْقُھَا وَیَعْلَمُ مُسْتَقَرَّھَا وَمُسْتَوْدَعَھَا ط(ھُود: ٦)

ترجمہ: ''کوئی زمین پر چلنے والا ایسا نہیں ہے جسکی روزی اللہ کے ذمے نہ ہو۔ وہ اسکی عارضی قیام گاہ اور اُسکی مستقل قیام گاہ کو بھی جانتا ہے۔''

زلزلہ ہوا ہمارا گاؤں والا مکان رہنے کے قابل نہ رہا تو میں بعد میں خیمہ لے کر پہنچا ہوں، غیب کے ذریعے سے اللہ تعالیٰ نے پہلے خیمے پہنچائے مُسْتَـــوْدَع تو فوراً ہو گیا، اور مستقرا کے لیے آگے منصوبہ بندی کریں گے وہ بھی اللہ تعالیٰ کر دیگا۔ آدمی کو تو اللہ تعالیٰ کی ذات ذُوالجلال پر ایسا بھروسہ ہو کہ اتنا بھروسہ اپنے ماں باپ پر، اپنی ملازمت پر، اپنے بنگلوں پر، اپنی جائیدادوں پر نہ ہو، وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ فِی الْاَرْضِ اِلَّا عَلَی اللّٰہِ رِزْقُھَا، کوئی چوپایہ نہیں زمین پر جس کا رزق اللہ تعالیٰ نے اپنے ذمہ نہ لیا ہو۔ مُسْتَقَرَّھَا وَمُسْتَوْدَعَھَا آپ کی جتنی رہائش کی ضرورت ہے اللہ تعالیٰ اُس کا بندوبست فرمائے گا، سمیع اللہ مولانا صاحب کہتا ہے کہ محلے میں لوگوں نے ہیجڑے نچائے، میں نے کہا کہ میں اس آدمی کا نکاح نہیں پڑھتا ہوں تو اُنھوں نے مجھے مسجد اور گھر سے نکال دیا۔ میں اپنا سارا سامان راستہ کے کنارے ڈال کر بیٹھ گیا بال بچوں سمیت، جس اللہ

تعالیٰ کے لیے کیا ہے وہ ہمارا بندوبست فرمائے گا، بس شہرت ہوئی کہ مولوی صاحب کیوں نکلے ہیں کہ مولوی صاحب ہیجڑے نچانے کی وجہ سے نکلا ہے لوگوں نے ہیجڑے نچائے خوب شہرت ہوئی باطل کا رد ہوا باطل پر بُرا بھلا کہا گیا، کہتے ہیں کہ بس ابھی رات نہیں ہوئی تھی کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں ٹھکانہ دے دیا، تو شوق وطن حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھوائی کہ مسلمان کو خوف وہراس نہیں ہونا چاہیے، مرجانے والے جو ہیں وہ اللہ تعالیٰ کے پاس چلے گئے (NGO's) کوشش کرتی ہیں کہ فسق وفجور عام ہو، بدکاری عام ہو جب یہ ہوگا تو اللہ ایسی آفات لائے گا کہ مسلمانوں کو گناہوں سے پاک کر کے شہادت سے نواز کر اپنے پاس بلالے گا، تو انکو تو کوئی (Achievement) یعنی فائدہ نہ ہوا، شیطان کو کیا حاصل ہوا کہ اُس سے دوزخ میں ڈالنے کی ترتیب کی تھی اور کفار نے یہ ترتیب کی تھی کہ اُنکی تہذیب عام ہو اور طریقے عام ہوں تاکہ ہم ختم ہوں۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے اتنے بڑے بڑے اعزازت دے دیے شہادت کے۔ جو پسماندگان رہ گئے ان پر اتنا دُکھ ہوا غم ہوا جس سے انکے گناہ معاف ہوئے، شہروں کے لوگ ان سے زیادہ گنہگار تھے لیکن اُنہوں نے جاکر انکو پیسے پہنچائے، دوڑے بھاگے انکی مدد کی۔ ان کے گناہ اس سے معاف ہوگئے، یہاں (NGO's) جتنا کام کر لیں جتنے گناہوں کے انبار اس امت پر ڈالیں، جب تک کہ اس کا ایمان ختم نہیں ہوا، آنِ واحد میں اللہ تعالیٰ ان گناہوں کو معاف کر دیگا۔

قُلْ یٰعِبَادِیَ الَّذِیْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰٓی اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَتِ اللّٰهِ ط اِنَّ اللّٰهَ یَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِیْعًا ط اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِیْمُO(الزُّمر: ۵۳)

ترجمہ: ''(میری جانب سے) کہہ دو کہ اے میرے بندو! جنہوں نے اپنی جانوں پر زیادتی کی ہے تم اللہ کی رحمت سے نا اُمید نہ ہو جاؤ، بالیقین اللہ تعالیٰ سارے گناہوں کو بخش دیتا ہے، واقعی وہ بڑی بخشش بڑی رحمت والا ہے۔''

اللہ تعالیٰ سارے گناہوں کو معاف کر دے گا، مومن پر ہر آن رحمت ہوتی ہے، پکڑ آئے رحمت ہوتی ہے، بیمار ہونا، پریشانی، یہاں تک کہتے ہیں کہ آپ نے ایک جیب میں مسواک ڈالی تھی اور دوسرے جیب میں ڈھونڈ رہے تھے اور تھوڑے سے پریشان ہوگئے، اس پریشانی کو بھی لکھا جاتا ہے۔

میں جامعہ عثمانیہ میں مفتی غلام الرحمٰن صاحب سے ملنے گیا اُنہوں نے فرمایا کہ صبح آٹھ بجے سے ابھی آٹھ بجے تک بیٹھا ہوا ہوں، داخلے کا انٹرویو کر رہا ہوں تو میں نے عرض کیا کہ اللہ کا شکر ہے، میں ابھی ہیلتھ

سیکرٹری سے ملکر آیا، وہ عشاء کے وقت کہہ رہا تھا کہ ابھی دفتر سے آیا ہوں اور یہ پلندہ لیکر آیا ہوں تو عشاء کو وہ فارغ ہو گئے شکر ہے کہ آپ عشاء کو بھی فارغ نہیں ہوئے پھر میں نے آیت سنائی کہ

وَلَا یَطَئُوْنَ مَوْطِئًا یَّغِیْظُ الْکُفَّارَ وَلَا یَنَالُوْنَ مِنْ عَدُوٍّ نَّیْلًا اِلَّا کُتِبَ لَھُمْ بِہٖ عَمَلٌ صَالِحٌ ط اِنَّ اللّٰہَ لَا یُضِیْعُ اَجْرَ الْمُحْسِنِیْنَ O (التَّوبۃ: ۱۲۰)

ترجمہ: ''یہ اس سبب سے کہ ان کو اللہ کی راہ میں جو پیاس لگی اور جو تھکان پہنچی اور جو بھوک لگی اور جو کسی ایسی جگہ چلے جو کفار کے لئے موجب غیظ ہوا ہو اور دُشمنوں کی جو کچھ خبر لی ان سب پر ان کے نام (ایک ایک) نیک کام لکھا گیا۔ یقیناً اللہ تعالیٰ مخلصین کا اجر ضائع نہیں کرتا۔''

پیاس بھوک تھکاوٹ اللہ کے راستے میں جو مشکلات پیش آتی ہیں، ساری کی ساری عمل صالح لکھی جاتی ہیں۔ تو مفتی صاحب بڑے خوش ہوئے، میں نے کہا ہم جو آپ کے پاس آتے ہیں اور آپ مدرسے کا کام کر رہے ہوتے ہیں، اس پر انوارات کا نزول ہوتا ہے، ہم ان انوارات سے استفادے کا مراقبہ کر کے بیٹھتے ہیں، پھر بڑے خوش ہوئے۔ انکو میں نے بالاکوٹ کے زلزلے کا ایک عجیب خواب سنایا کہ بالاکوٹ کے قاضی خلیل صاحب کو دو مہینے پہلے ایک شاگرد نے آکر خواب سنایا کہ قاضی صاحب میں نے خواب دیکھا ہے کہ ایک فرشتہ بالاکوٹ کے اس پہاڑ پر ہے اور ایک اُس پہاڑ پر ہے۔ ایک فرشتہ دوسرے کو کہہ رہا ہے کہ ان دو پہاڑوں کو آپس میں ملا نہ دیں تو دوسرے فرشتے نے کہا 'یہاں مدارس ہیں اور قرآن پڑھا جاتا ہے' تو میں نے مفتی صاحب سے کہا جب رمضان میں مدارس بند ہوئے تو بس حکم نافذ ہوا۔

طاعون کے زمانے میں ہی حضرت حکیم الامت مجدد الملت مولانا اشرف علی تھانویؒ صاحب نے اپنی دوسری کتاب 'نشر الطیب' کے بارے میں فرمایا کہ جس گھر میں یہ کتاب پڑھی جائے گی وہاں انشاءاللہ طاعون نہیں آئے گا۔ 'نشر الطیب' حضور ﷺ کی سیرتِ طیبہ کے بارے میں ہے، اس کا معنی ہے 'خوشبو کی بکھیر' اس کے سیرت کے مضامین احادیث پر مشتمل ہیں، ہوسکتا ہے حضرتِ والاؒ کو بذریعہ رُویائے صادقہ (سچے خواب) اس بات کی بشارت ہوئی ہو۔ یہ تو واضح بات ہے کہ جہاں حضورِ اقدس ﷺ، انبیاء علیہم السلام، صحابہ کرامؓ اور اولیاء عظامؒ کا تذکرہ ہو وہاں رحمت کا نزول ہوتا ہے۔ جہاں رحمت کا نزول ہو وہاں زحمت باقی نہیں رہتی۔

آج کل کے دگرگوں حالات، تکالیف اور مشکلات کا حل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی پناہ میں آدمی آجائے

اللہ تعالیٰ کی پناہ کا قوی اور مضبوط ذریعہ نیک اعمال ہیں، گناہوں پر توبہ استغفار ہے۔فرمایا گیا ہے:

یٰٓاَیُّھَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوا اصۡبِرُوۡا وَصَابِرُوۡا وَرَابِطُوۡا قف وَاتَّقُوا اللّٰہَ لَعَلَّکُمۡ تُفۡلِحُوۡنَO(اٰل عِمرٰن: ۲۰۰)

ترجمہ: ''اے ایمان والو! تم ثابت قدم رہو اور ایک دوسرے کو تھامے رکھو اور جہاد کے لئے تیار رہو اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو تاکہ تم مُراد کو پہنچو۔''

رَباط کرو، رَباط کیا چیز ہے؟ رَباط کہتے ہیں اسلامی سرحد پر کھڑے ہو کر اسلحہ کے ساتھ اسلامی سرحد کی حفاظت کرنا۔ دوسری تفسیر ہے، نماز کا اہتمام کرنا، مغرب پڑھی ہے تو وہیں پر بیٹھا رہے عبادت ذِکر و فکر میں لگا رہے، یہاں تک کہ عشاء ہو۔ صبح پڑھی ہے تو وہیں بیٹھا رہے یہاں تک کہ اشراق وہاں پڑھے۔ یہ رباط والے جو لوگ ہوتے ہیں یہ بنکر اور مورچے ہوتے ہیں آفاتِ آسمانی کے خلاف، رمضان میں اعتکاف کرنے والے، اور ایک نماز کے بعد دوسری نماز تک بیٹھنے والے، اور مساجد کو آباد کرنے والے، صبح کے بعد اشراق کی نماز پڑھنے والے، مغرب سے عشاء تک بیٹھنے والے، عصر سے مغرب تک بیٹھنے والے۔ بنکر کسے کہتے ہیں جی؟ زمین کھود کر اُس کے اندر پناہ گاہ بنانا، جس پر بم پھینکیں تو بم بھی اثر نہیں کرتے، وہاں سارا وائرلیس انتظام کام کر رہا ہوتا ہے۔ (جاری ہے)

——————★★★★★——————

چراغِ محبت: بادشاہ ناصر الدین محمود کے ایک خاص مصاحب کا نام ''محمد'' تھا، بادشاہ اسے اسی نام سے پکارا کرتا تھا، ایک دِن انہوں نے خلافِ معمول اسے ''تاج الدین'' کہہ کر آواز دی، وہ تعمیلِ حکم میں حاضر تو ہو گیا لیکن بعد میں گھر جا کر تین دِن تک نہیں آیا۔ بادشاہ نے بلاوا بھیجا، تین دِن تک غائب رہنے کی وجہ دریافت کی تو اس نے کہا! آپ ہمیشہ مجھے ''محمد'' کے نام سے پکارا کرتے ہیں لیکن اس دِن آپ نے ''تاج الدین'' کہہ کر پکارا، میں سمجھا کہ آپ کے دِل میں مرے متعلق کوئی خلش پیدا ہو گئی ہے، اس لئے تین دِن حاضرِ خدمت نہیں ہوا۔ ناصر الدین نے کہا! واللہ میرے دِل میں آپ کے متعلق کسی قسم کی کوئی خلش نہیں، ''تاج الدین'' کے نام سے تو میں نے اس لئے اس دِن پکارا تھا کہ اس وقت میرا وضو نہیں تھا اور مجھے ''محمد'' کا مقدس نام بغیر وضو کے لینا مناسب معلوم نہیں ہوا۔

〈انتخاب از کتابوں کی درسگاہ میں〉

﴿ذہنی اور جسمانی بیماریاں اور ان کا شرعی حل﴾

﴿ڈاکٹر فہیم صاحب﴾

دوسرا واقعہ:

میں ایک دفعہ سنٹرل جیل کوہاٹ میں ایک مریضہ کو دیکھنے کے لیے گیا، جس کو ۳۰۲ کیس میں اندر کیا گیا تھا۔عورتوں کی جیل میں جانے کا پہلا اتفاق تھا، ایک طرف بیرک میں کافی عورتیں تھیں، جسمیں چھوٹی عمر سے لے کر بڑی عمر تک کی عورتیں تھیں، دوسری طرف کلاس رومز بنے ہوئے تھے۔ایک طرف ۳۰۲ کیس میں ملوث عورتوں کے لئے چھوٹی سے تنگ کوٹھڑیاں تھیں، جس مریضہ کے پاس میں گیا اس کی کوٹھڑی میں سخت بدبُو تھی معلوم ہوا کہ یہ یہیں پر پیشاب پاخانہ کرتی ہیں اور صفائی کا خاص خیال نہیں رکھا جاتا۔میں نے اس کو باہر نکال کر باہر چارپائی پر لِٹا کر تفصیلی معائنہ کیا۔جن تکالیف کا اس نے اظہار کیا وہ یہ تھیں۔''میرے سر میں درد ہوتا ہے، ہر وقت بخار رہتا ہے، آنکھوں کے گرد حلقے ہو گئے ہیں، اُٹھتے ہوئے آنکھوں کے آگے اندھیرا آجاتا ہے، سارا جسم درد کرتا ہے، بھوک ختم ہو گئی ہے،''اس دوران وہ روتی رہی۔دونوں ہاتھوں سے سر کے پچھلے حصے کو پکڑ کر اپنے بالوں کو نوچتی رہی۔میں نے اس کا معائنہ کرنے کے بعد اس کو کافی تسلی دی کہ انشاءاللہ یہ ساری تکالیف ٹھیک ہو جائیں گی۔میں سپرِنٹینڈنٹ کے دفتر میں بیٹھ کر جب دوائی لکھنے لگا تو جیل کا ڈاکٹر بھی وہاں آگیا۔ان دونوں سے میں نے اس مریضہ کے حالات معلوم کئے جو انھوں نے یوں بیان کئے۔

''اس مریضہ کا خاوند (گل خان فرضی نام) ملک سے باہر کام کرتا تھا، سال دو سال بعد ایک دفعہ چھٹی پر آتا تھا، خاوند کی غیر موجودگی میں خاوند کا بڑا بھائی اس کے گھر کی دیکھ بھال کرتا تھا، گل خان نے وطن واپس آنے سے پہلے اپنے بڑے بھائی اکرم خان (فرضی نام) کو ٹیلی فون کیا کہ میں فلاں تاریخ تک گھر پہنچ جاؤں گا۔وہ تاریخ گزر گئی لیکن گل خان کا پتہ نہ چل سکا، اکرم خان نے گھر میں آکے معلومات بھی کیں لیکن گل خان کی بیوی نے لاعلمی ظاہر کی۔باہر ملک میں اکرم خان نے معلومات کیں تو پتہ چلا کہ گل خان واپس آچکا ہے۔کچھ دن اور گزر گئے، اس دوران اس کا بڑا بیٹا بھی کہیں چلا گیا اور گھر میں کہہ گیا کہ وہ دوستوں کے ساتھ جا رہا ہے۔بہرحال اس کی تشویش بڑھ گئی، آخر اکرم خان اپنے ایک دوست کے ساتھ گل خان کے گھر دوبارہ گیا تاکہ بچوں کی بھی خیریت پوچھے اور گل خان کا بھی پتہ چلائے، گھر میں داخل ہوتے ہی اس کو کچھ بدبُو محسوس ہوئی، اس نے گل خان کی بیوی اور بچوں کو زبردستی پڑوسی کے گھر میں بھیج دیا اور بدبُو کا سراغ لگانے لگا۔

بدبُو ایک کنویں سے آ رہی تھی، آخروہ اپنے دوست کی مدد سے کنویں سے اپنے بھائی گل خان کی لاش کے ٹکڑے نکالنے میں کامیاب ہوگیا۔اس نے تھانہ جا کراپنے بھائی کی بیوی پر قتل کا مقدمہ درج کروادیا۔پولیس عورت (مریضہ) کو پکڑ کر لے گئی، بچے عورت کی ماں کے پاس چھوڑ دیے۔مریضہ نے ساری بات پولیس کو بتادی کہ کس طرح اس نے اپنے خاوند کوٹھکانے لگایا ہے۔خاوند کی غیر موجودگی میں اس کے لیے سودا سلف لانے والا اکرم خان کا بڑا بیٹا تھا جس کے ساتھ تعلق کی بنا پر مریضہ نے اپنے خاوند کو مار ڈالا۔اس قتل میں اکرم خان کا بیٹا ساتھ تھا۔دونوں پر ۳۰۲ کا مقدمہ ہوا۔اکرم خان کا بیٹا بھی پکڑا گیا۔اوراب دونوں ع علیحدہ علیحدہ جیل میں پھانسی کے انتظار میں پڑے ہوئے ہیں۔جو منصوبہ بندی ان دونوں کی تھی وہ دَھری کی دَھری رہ گئی،عورت کے بچے جدا ہوگئے۔

مریضہ کی ساری علامات اس ذہنی کوفت کی وجہ سے تھیں،اوراب شاید یہ علامات پھانسی ہونے کے بعدابدی طور پر ختم ہوجائیں۔میں کچھ دوائیاں تجویز کرنے کے بعد جیل کے ڈاکٹر اور سپرینٹینڈنٹ کا شکریہ ادا کرنے کے بعد جب جیل سے نکلنے لگا تو میرے ذہن میں کچھ سوالات تھے جن کے جوابات شرعی عدالت میں کس طرح تھے۔

1) گل خان کا بھتیجا اور بیوی تو اپنی جگہ پر قصوروار تھے ہی،خاوند شرعی عدالت میں کہاں تک قصوروار تھا؟ گل خان کا ملک سے باہر رزقِ حلال کے لیے جانا زیادہ ضروری تھا یا اپنے بیوی بچوں کی دیکھ بھال اور حقوق پورے کرنا؟

2) کیا گل خان (مریضہ کا خاوند) اپنے انجام کو پہنچا؟ یعنی شریعت پر عمل نہ کرنے کی وجہ سے کہ گھر میں محرم کا بندوبست نہیں کیا اوراپنے بھتیجے کو اپنی بیوی کا محرم سمجھتا رہا۔

3) آج کل فتنے کے دور میں مرد کا ملک سے باہر جانا کیسا ہے جس کا دورانیہ دو یا تین سال ہو۔جب کہ اپنے ملک میں وسائل کا صحیح استعمال اس اذیت سے بچا سکتا ہے۔

جواب: 〈از ڈاکٹر فدا محمد مد ظلہٗ〉

اللہ تعالیٰ نے حجۃ الوداع میں

اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَ اَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ وَ رَضِیْتُ لَکُمُ الْاِ سْلَامَ دِیْنًا.(المائدہ : ۳)

ترجمہ: ”آج میں پورا کر چکا تمہارے لیے دِین تمہارا،اور پورا کیا تم پر میں نے احسان اپنا،اور پسند کیا میں نے

تمہارے واسطے اسلام کو دِین۔''

نازل کرکے اس بات کا پتہ بتایا کہ دِین اور شریعت اللہ تعالیٰ کی نعمت ہے۔ جب اسکے پردہ اور محرم کے احکامات مال کے لئے قربان ہوجائینگے تو یہ مال ...وبال بن جائے گا۔ جب آدمی کی اپنے ملک میں ضروریات پوری ہورہی ہوں تو خواہ مخواہ مسافری کی تکلیف میں اپنے آپ کو مبتلا نہیں کرنا چاہیے۔

——————★★★★★——————

اعتماد کا کرشمہ:

حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا رحمتہ اللہ علیہ اپنی ''آپ بیتی'' میں لکھتے ہیں:

''میں نے اپنے بچپن میں اپنے والد صاحبؒ سے اور دوسرے لوگوں سے بھی یہ قصہ سُنا کہ ضلع سہارنپور میں 'بہٹ' سے آگے انگریزوں کی کچھ کوٹھیاں تھیں، اس کے قرب و جوار میں بہت سے کوٹھیاں کاروباری تھیں جن میں ان انگریزوں کے کاروبار ہوتے تھے اور وہ انگریز دہلی، کلکتہ وغیرہ بڑے شہروں میں رہتے تھے، کبھی کبھی معائنہ کے طور پر آکر اپنے کاروبار کو دیکھ جاتے تھے۔

ایک دفعہ اس جنگل میں آگ لگی اور قریب قریب ساری کوٹھیاں جل گئیں، ایک کوٹھی کا ملازم اپنے انگریز آقا کے پاس دہلی بھاگا ہوا گیا اور جا کر واقعہ سُنایا کہ ''حضور! سب کی کوٹھیاں جل گئیں، آپ کی بھی جل گئی'' وہ انگریز کچھ لکھ رہا تھا، نہایت اطمینان سے لکھتا رہا، اس نے التفات بھی نہیں کیا۔ ملازم نے دوبارہ زور سے کہا کہ ''حضور سب جل گیا'' اس نے دوسری دفعہ بھی لاپرواہی سے جواب دے دیا کہ میری کوٹھی نہیں جلی اور بے فکر لکھتا رہا، ملازم نے جب تیسری دفعہ کہا تو انگریز نے کہا کہ ''میں مسلمانوں کے طریقے پر زکوٰۃ ادا کرتا ہوں، اس لئے میرے مال کو کوئی نقصان نہیں پہنچ سکتا'' وہ ملازم تو جواب دہی کے خوف کے مارے بھاگا ہوا گیا تھا کہ صاحب کہیں گے کہ ہمیں خبر بھی نہیں کی، وہ انگریز کی اس لاپرواہی سے جواب سُن کر واپس آگیا، آکر دیکھا تو واقع میں سب کوٹھیاں جل چکی تھیں مگر اس انگریز کی کوٹھی باقی تھی۔''

﴿آپ بیتی جلد: ۱، ص:۸۸﴾

——————★★★★★——————

ارشادِ حضرت مجدد الف ثانیؒ

''فرماتے ہیں کہ کفر کے بعد سب سے بڑا گناہ دِل آزاری ہے خواہ مؤمن کی ہو یا کافر کی''

مقدونیہ کا سفرنامہ 〈آخری قسط〉

(ڈاکٹر قیصر علی)

توپ کاپے سرائے کے درمیان میں ایک بہت بڑا میدان ہے دائیں اور بائیں بڑے کمرے ہیں جس کے سامنے برآمدہ ہے اور اسکے اوپر بالکونی ہے ان برآمدوں میں سے گزر کر پورے محل کی سیر کرنی ہوتی ہے کمروں میں عثمانی بادشاہوں کے نوادرات رکھے ہوئے ہیں ایک کمرے میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے موئے مبارک بھی رکھے ہوئے ہیں۔ یہ کمرہ باقی کمروں سے بالکل الگ تھلگ ہے اور اس میں ایک آدمی ہر وقت تلاوت کر رہا ہوتا ہے میں جب داخل ہوا تو آدمی نے تلاوت کرنے کے دوران ہی اشارے سے مجھے سلام کیا۔ قریب ہی دوسرے کمرے میں قبر اطہر شریف کی مٹی مبارک اور سونے کی جالیاں بھی شیشے کے بڑے بڑے شوکیسوں میں بند رکھے ہوئے تھے۔ ایک اور کمرے میں کچھ عجیب وغریب متبرکات دیکھنے کو ملی، ایک عمامہ تھا جس کے سامنے لکھا تھا کہ یہ یوسف علیہ السلام کا عمامہ ہے، ایک چھڑی تھی جس کے بارے میں لکھا تھا کہ یہ موسیٰ علیہ السلام کی وہ خاص چھڑی ہے جس کا ذکر قرآن مجید میں بھی ہے۔ ایک دوسرے کمرے میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کی تلواریں بھی دیکھیں۔ غور کرنے پر یہ بات سامنے آئی کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی تلواریں باقی تلواروں سے زیادہ لمبی چوڑی، موٹی اور مضبوط ہیں۔ ایک دوسری جگہ سلطان محمد فاتح کی وہ تلوار بھی دیکھی جس سے اُس نے قسطنطنیہ کا یہ شہر جسے اب استنبول کہتے ہیں فتح کیا۔

یہاں پر بعض پستول اور بندوقیں بھی دیکھیں، جو ترکوں نے مختلف فتوحات کے دوران یورپی حکمرانوں سے حاصل کی تھیں۔ ایک جگہ پر عثمانی سلاطین کا وہ انمول خزانہ بھی پڑا ہے۔ جس کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ اگر ترکی کی حکومت خدانخواستہ دیوالیہ ہونے لگے۔ تو عثمانیوں کا یہ خزانہ اسے بچالے گا۔ یہاں پر بیش بہا ہیرے لعل وجواہر کے علاوہ جو چیز سب سے زیادہ سیاحوں کی کشش کا باعث بنتی ہے۔ وہ سونے کے دو شمع دان ہیں۔ ہر ایک کا وزن ۴۰ من ہے۔ اور یہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے قبر اطہر شریف کے قریب مسجد نبویؐ میں نصب کئے گئے تھے۔ جب مدنیہ منورہ میں ترکوں کی حکومت ختم ہوئی تو ترک دوسرے نوادرات اور متبرکات سمیت یہ دونوں شمع دان بھی مسجد نبویؐ سے لے آئے۔

توپ کاپے محل میں عثمانی سلاطین سال میں چار مرتبہ ایسی تقریب کا اہتمام کرتے تھے جس میں تمام

دُنیا کے چیدہ چیدہ ممالک کے سفیروں کو بلایا جاتا تھا۔ سفیروں کو محل کی بالکونیوں میں بٹھا کر سلطنت عثمانیہ کا خزانہ، اسلحہ اور فوج کے جرنیل دکھائے جاتے تاکہ ان پر سلطنت عثمانیہ کا رعب قائم رہے، محل کو پورا دیکھنے کے لیے کم از کم دو دِن درکار ہیں جبکہ میرے پاس وقت محدود تھا۔ میں نے تین گھنٹے کے دوران جلدی جلدی اہم حصے دیکھ لیے اور پھر باہر نکل آیا۔ برف باری جو صبح سے شروع تھی اب تک جاری تھی میں نے ظہر کی نماز ’آیا صوفیہ کے گرجے‘ کے ایک چھوٹے سے حصے میں بنی ہوئی مسجد میں ادا کرلی، یہ پیر کا دِن تھا اور مجھے بتایا گیا کہ ’آیا صوفیہ کا گرجہ‘ صفائی وغیرہ کرنے کے لیے پیر کے دِن کو بند رکھتے ہیں، لہذا میں ’آیا صوفیہ کا گرجہ‘ صرف تصویروں میں دیکھ سکا۔

اس کے بعد میں سلطان احمد کی مسجد یا نیلی (Blue Mosque) چلا گیا، اور وہاں نفل پڑھ کے مسجد کی سیر کی۔ مسجد واقعی فنِ تعمیر کا ایک نادر نمونہ ہے۔ اس کے بعد میں ٹیکسی میں بیٹھ کر باسفورس دیکھنے چلا گیا، اور وہاں پر ایشیا اور یورپ کو ملانے والے دو عظیم پل بھی دیکھے، ایک پل کا نام باسفورس اور دوسرے کا نام سلطان محمد فاتح پل ہے۔ یہ پل ۱۹۸۸ء میں مکمل ہوا، باسفورس ایک آبنائے کا نام ہے، جو ایشیا اور یورپ کے براعظموں کے درمیان سمندر کا حصہ ہے، اس کی کل لمبائی ۳۰ کلومیٹر اور چوڑائی ایک کلومیٹر سے لیکر تقریباً ساڑھے تین کلومیٹر ہے۔ میں نے قسطنطنیہ کے قلعے کی وہ دیواریں بھی دیکھیں جن کو ناقابل تسخیر کہا جاتا تھا، دیواریں تقریباً ۱۰ فٹ چوڑی اور ۳۰ سے ۴۰ فٹ اُونچی ہیں، اور سینکڑوں سال گزرنے کے باوجود آج بھی پورے آب وتاب سے کھڑی ہیں، لیکن اسکی مضبوطی رومن ایمپائر کے آخری حکمران کی برائے نام بادشاہی کو نہ بچا سکی کیونکہ اُس کا سامنا دُنیائے اسلام کے نامور سپوت سلطان محمد فاتحؒ سے تھا، جسکے عزم کے سامنے رُومی سلطنت کی یہ مضبوط دیواریں ریت کا ڈھیر ثابت ہوئیں، اور اس مردِ مجاہد نے بالآخر رومی سلطنت کا چراغ ہمیشہ ہمیشہ کے لیے گُل کردیا۔

میرے ہوٹل کے قریب ایک بڑی مسجد تھی میں نے پتہ کیا تو معلوم ہوا کہ اس مسجد کا نام مسجد بایزید ہے مجھے اچھا معلوم نہ ہوا کہ میں بایزید یلدرم کے نام پہ بنی مسجد کو دیکھنے بغیر واپسی کروں، لہذا میں نے یہ مسجد بھی دیکھ لی۔ مسجد تقریباً ۵۰۰ سال پرانی ہے۔ لیکن آج بھی اچھی حالت میں ہے۔ شام کو میری روانگی تھی۔ جہاز سے میں نے ایک بار پھر آبنائے باسفورس اور گولڈن ہارن کی بندرگاہ کو دیکھا اور عثمانی سلاطین کی عظمت کو سلام کرتا ہوا استنبول سے واپس ہوا۔

﴿ختم شد﴾

انجینئر حاجی عبدالمنان صاحب سے ملاقات

(مولانا محمد اسلم شیخوپوری)

سُرخ وسپید چہرہ، گھنی ڈاڑھی، دراز زُلفیں، مائل بہ فربہی جسم، چوڑا چکلا سینہ، دراز قد، چہرے پر تبسم کھلتا ہوا۔ حافظہ غضب کا، عالمِ اسلام پر گہری نظر، چھبیس (۲۶) سال سے حرمین الشریفین میں قیام۔ تعلیم میں قدیم اور جدید کا امتزاج، تصوف اور سیاست سے یکساں دلچسپی، بالوں میں بڑھاپے کے آثار مگر عزائم میں شباب........ ایک مخلص دوست نے مشورہ دیا کہ اس ''بوڑھے نوجوان'' سے ضرور ملنا کہ صاحبِ دِل بھی ہیں اور صاحبِ نسبت بھی۔ ایک ہاتھ میں دستار شریعت رکھتے ہیں اور دوسرے ہاتھ میں خرقۂ طریقت، تارکِ دُنیا اور بھولے بھالے صُوفی نہیں ہیں۔ مشورہ خیر خواہی سے دیا گیا تھا چنانچہ اس پر عمل کیا گیا، ملاقات ایک سے زائد بار ہوئی۔ گفتگو میں مختلف موضوعات زیرِ بحث آئے۔ مرکزی نقطہ مسلمان اور عالمِ اسلام ہی تھا۔ جس کی ذِلت وپستی، زوال وانتشار، مظلومیت اور بے حمیتی ہر صاحبِ نظر کو تڑپا رہی ہے۔ مسافر کے سوالات تھے اور عبدالمنان صاحب کے جوابات۔

مسافر کا پہلا سوال تُرکوں ہی کے بارے میں تھا جن کی صورت وسیرت، کثرتِ ذِکر ودُعاء اور نظم وضبط نے اسے بے حد متاثر کیا تھا۔ عبدالمنان صاحب نے جواب دیا:

'' تُرکوں کی دِین سے محبت، شعائرِ اسلام کا ادب واحترام اور حقیقت پر استقامت بے مثال ہے۔ یہود ونصاریٰ نے اُندلس سے بھی زیادہ محنت تُرکی پر کی ہے تاکہ وہاں سے اسلام کو دیس نکالا دیا جاسکے لیکن وہ اپنے مقصد میں کامیاب نہیں ہوسکے۔ کمال اتاتُرک جسے ملک کے نجات دہندہ اور بہت بڑے ریفارمر کے رُوپ میں پیش کیا گیا تھا، آج اس کا نام وہاں گالی بن چکا ہے۔ جغرافیائی اعتبار سے دیکھیں تو تُرکی کی سرحدیں یورپ سے متصل ہیں جس کی وجہ سے ان پر محنت کرنا آسان ہے۔ اہلِ یورپ کا خیال تھا کہ تُرکوں کی نئی نسل ایمان، اسلام، قرآن، عربی زبان اور اسلامی عبادات سے قطعاً بیگانہ ہوگی۔ حالات کی ظاہری رفتار ان کی توقعات کے مطابق تھی۔ مساجد اور مدارس پر تالے ڈال دیے گئے تھے۔ قرآن کا مدرس اسلام کا معلّم ڈھونڈنے سے بھی نہیں ملتا تھا لیکن دِین کا درد رکھنے والوں نے اپنے گھروں کو مکاتب اور مساجد میں تبدیل کردیا۔ آتشِ علم وعمل دبی تو تھی بجھی نہ تھی، چنگاریاں سلگتی رہیں، اہلِ تصوف اپنے انفاسِ گرم سے چنگاریوں کو ہوا دیتے رہے۔ اُنہوں نے تجارت، سیاست، سائنس اور زندگی کے دوسرے عملی شعبوں سے تعلق رکھنے والے

افراد پر مسلسل محنت کی۔ دُشمنانِ دِین انہیں محض ایک تاجر، سائنس دان اور انجینئر سمجھتے رہے جبکہ وہ پہلے مسلمان تھے بعد میں کچھ اور تھے۔''

عبدالمنان صاحب نے سلسلہ گفتگو جاری رکھتے ہوئے کہا: '' آپ تُرکوں کو حرم میں نماز پڑھتے دیکھیں آپ کو پوری دُنیا میں حنفیت میں ان سے زیادہ مضبوط کوئی دِکھائی نہیں دے گا۔ ہمارے ہندی اور پاکستانی بھائی سلفیت کی چمک دمک سے متاثر ہو جاتے ہیں مگر تُرک کسی بھی صورت میں حنفیت سے دستبردار ہونے کے لئے آمادہ نہیں ہوتے۔ (مسافر کا خیال ہے کہ اللہ نہ کرے اگر بالفرض پوری دُنیا سے حنفیت کا نام و نشان مِٹ جائے تو بھی اِن شاء اللہ تُرکوں سے اس کا خاتمہ نہیں کیا جا سکتا) حنفیت کے علاوہ یہ پاکستانیوں سے بے حد محبت کرتے ہیں۔ پاکستانیوں کو کردیش (بھائی) کے لفظ سے پکارتے ہیں۔ یوں تو ہمارے سارے ہی بزرگوں سے بڑی عقیدت ہے مگر حضرت شیخ الہند رحمہ اللہ، حضرت مدنی رحمہ اللہ اور تحریکِ خلافت کے سلسلے میں قربانیاں دینے والے دوسرے بزرگوں سے تو والہانہ تعلقِ خاطر رکھتے ہیں اور اپنے خطبات میں ان کا ذِکر کرتے ہیں۔ میں ان کے خیالات وجذبات سے براہِ راست واقفیت کی بنا پر کہہ سکتا ہوں کہ ان میں سے بعض اسی موقع اور وقت کی تلاش میں ہیں جب یہ تحریکِ خلافت کے سلسلے میں دی جانے والی قربانیوں کا بدلہ چُکا سکیں۔ نقشبندی سلسلے کے موجودہ شیخ الشیوخ سے میری براہِ راست کئی بار ملاقات اور تبادلۂ خیال ہوا ہے۔ اُنہوں نے میرے سامنے واضح طور پر علمائے ہند سے پُرانے روابط کی بحالی کی خواہش ظاہر کی ہے۔ اگر ایسا ہوگیا تو صدی کا کارنامہ ہوگا۔ اس سلسلہ میں پہل ہمیں کرنی چاہیے کیونکہ ان کے اُوپر پابندیاں ہیں۔ یہ ہماری بہت بڑی غلطی ہے کہ ہم نے کمال اتاتُرک کی وجہ سے سارے ہی تُرکوں سے دِل میں بدگمانی پیدا کر لی۔ اس میں یورپ کے بازیگروں کے پروپیگنڈا کا بھی بڑا دخل ہے جنہوں نے ہمارے دِلوں میں دُوریاں پیدا کیں۔ کچھ عرصہ پہلے جب مولانا فضل الرحمٰن نے تُرکی کا دورہ کیا تو ان کے استقبال کے لیے تُرکی کے نوجوانوں کا سیلاب اُمڈ آیا تھا۔ یہ صرف مولانا فضل الرحمٰن کا استقبال نہیں تھا بلکہ حضرت شیخ الہند رحمہ اللہ کی نسبت کا بھی استقبال تھا۔ تُرک مشائخ کا یہ پہلو باعثِ عبرت بھی ہے اور قابلِ تقلید بھی کہ اُنہوں نے خانقاہوں سے ایسے رجالِ کار پیدا کیے جو تجارت سے سیاست تک ہر جگہ موثر کردار ادا کر رہے ہیں اور ان کے اندر وسعتِ نظر پائی جاتی ہے۔

عبدالمنان صاحب نے حرم کے تُرکی کے حصہ کے بارے میں بتایا کہ یہ پانچ سو سال پُرانا ہے۔

جب تُرکوں نے اسے تعمیر کرنے کا اِرادہ کیا تو ایسے پیشہ ور خاندانوں کے نوجوان تلاش کیے جو تعمیر، سنگ تراشی اور نجاری وغیرہ میں موروثی مہارت رکھتے تھے۔ ان نوجوانوں کو اولاً قرآنِ کریم حفظ کرایا گیا بعد میں تعمیر شروع کی گئی۔ یہ نوجوان اپنے کام میں مصروف رہنے کے ساتھ قرآن کریم کی تلاوت بھی کرتے تھے، چنانچہ تُرکوں کے دور میں جتنا بھی تعمیراتی کام ہوا اُس کی ہر اینٹ، ہر محراب، ہر دروازے، ہر مینار کا کام تلاوت میں مشغول رہتے ہوئے باوضو ہو کر کیا گیا ہے۔ تُرکوں کی ایک امتیازی خصوصیت یہ تھی کہ وہ تعمیر میں تعبیر کو بھی ملحوظ رکھتے تھے یعنی ایسے مقامات جن کی کسی بھی اعتبار سے کوئی تاریخی خصوصیت ہے، وہاں اُنہوں نے کسی نہ کسی انداز میں اس کی نشاندہی کرنے کی کوشش کی ہے۔ مسجدِ نبوی ﷺ میں ۷۰ یادگاروں کی اور یونہی مسجدِ حرام میں بھی انہوں نے کئی یادگاروں کی نشاندہی کی ہے۔ مسجدِ نبوی ﷺ اور مسجدِ حرام کے علاوہ بھی حرمین شریفین میں جتنے تاریخی مقامات ہیں وہاں انہوں نے مسجد بنا کر ان کی امتیازی حیثیت کو نمایاں کیا ہے۔ جبلِ عمر جہاں آج کل جدید ترین سہولیات پر مشتمل سومنزلہ ہوٹل تعمیر کیا جارہا ہے اس پہاڑ پر کم وبیش ۴۵ مساجد تھیں جنہیں گرا دیا گیا ہے۔ بابِ وداع اس انداز میں بنایا ہے کہ باہر جانے کے لئے حاجی جس جانب سے بھی نکلے، کعبہ کی طرف اُس کی پیٹھ نہیں ہوتی۔

ظاہر ہے موجودہ ترقی یافتہ دور میں جو جدید مشینیں آچکی ہیں ۵۵۰ سال پہلے ان کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا تھا لیکن اُنہوں نے ان مشینوں کے بغیر جو کام کیا وہ مضبوطی، حُسن اور موزونیت میں اپنی مثال آپ ہے۔

مسافر نے سوال کیا کہ تُرکوں میں بعض بدعات کیوں پائی جاتی ہیں؟ عبدالمنان صاحب کا جواب تھا:

”ایک تو تصوف میں ویسے بھی توسعات پائی جاتی ہیں، اس میں شاخوں سے زیادہ جڑ کی فکر کی جاتی ہے۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ کمال اتاتُرک کے الحادی انقلاب کے بعد سے یہ بہت حد تک عالمِ اسلام سے کٹے رہے ہیں، روک ٹوک نہ ہونے کی وجہ سے یہ چند ایک بدعات میں مبتلا ہو گئے۔ اگر ان پر محنت کی جائے اور انہیں پیار سے سمجھایا جائے تو ضرور بدعات سے باز آجائیں گے۔“

مسافر کے ایک سوال کے جواب میں عبدالمنان صاحب نے بتایا کہ میرا اپنا تجزیہ اور اندازہ یہ ہے کہ اسلام کی نشاۃ ثانیہ کے سلسلہ میں عالمِ اسلام کی قیادت تُرک ہی کریں گے۔ ذہانت، شجاعت، تقویٰ، جدید علوم وفنون میں ترقی، شیرازہ بندی اور نظم وضبط سمیت وہ ساری صفات ان کے اندر پائی جاتی ہیں جن کا ایک

قائد کے لئے ہونا ضروری ہے۔

مسافر جو عالمِ اسلام کی پستی پر از حد دِل شکستہ رہتا ہے اس نے مسلمانوں کی مغلوبیت اور کفار کے غلبہ کے بارے میں سوال کیا۔ عبدالمنان صاحب کا جواب تھا کہ مادی ترقی اور پستی کو ربّ العالمین نے کچھ اسباب کے ساتھ جوڑا ہے۔ جب وہ اسباب پائے جائیں گے تو ان کے نتائج بھی ضرور مرتب ہونگے۔ ایسا ہو ہی نہیں سکتا کہ اسلحہ سازی، حربی تیاری، تجارت اور زراعت پر محنت تو کفار کریں اور ان میدانوں میں کامیابی مسلمانوں کو حاصل ہو اور یہ بھی ناممکن ہے کہ زوال وانتشار کے راستے پر چلیں تو مسلمان مگر انہیں اتحاد واتفاق کی نعمت سے نوازا جائے اور ان کے دُشمنوں کی صفیں انتشار کا شکار ہو جائیں۔ پھولوں کی کاشت سے پھول ہی حاصل ہونگے اور ببولوں کے درختوں پر کانٹے ضرور لگیں گے۔ حربی تیاری اور تجارت میں سبقت کا حکم ہمیں باری تعالیٰ نے صراحتاً قرآن میں دیا تھا اب ہم حکمِ ربانی سے بے توجہی کر کے کیسے توقع رکھتے ہیں کہ ہم ہاتھ پر ہاتھ رکھنے کے باوجود کامیاب ہو جائیں گے اور ہمارے دُشمن مسلسل محنت کے باوجود ناکام ہو جائیں گے۔

آخر میں عبدالمنان صاحب نے کہا: ”پاکستان بھی بتدریج کمال اتاتُرک کی راہ پر چل رہا ہے۔ تُرک نوجوان تو اپنے اور اپنی نئی نسل کے ایمان کی حفاظت میں کامیاب ہو گئے تھے، دیکھیے! اب پاکستانی لادِینی کے سیلاب کا کیسے مقابلہ کرتے ہیں۔“

——————★★★★★——————

﴿وفات حسرت آیات﴾

برخوردار ندیم بندہ کے چچا زاد بھائی کے بیٹے بقضائے الٰہی بڑی عید کے بعد کراچی میں وفات پا گئے۔ برخوردار کافی عرصہ سے ذہنی لحاظ سے معذور اور مجذوب تھے، خاندان والوں نے عرصۂ دراز تک خدمت اور علاج معالجہ کر کے مالی اور جانی خدمات کے اَجر کمائے۔ اللہ تعالیٰ صابر حسین، محمد مسکین اور پورے خاندان کو صبرِ جمیل عطاء فرمائے۔ آمین

——————★★★★★——————

مسلمان: درحقیقت نام ہی اس کا ہے جو دُنیا یا معاش کے ہر چھوٹے بڑے معاملہ ومسئلہ کو صرف دِین یا آخرت کی آنکھ سے دیکھے...... دُنیا کو خود دُنیا کی نظر سے دیکھنا ایمان کی شان کے منافی ہے۔

﴿معاشیات کا اسلامی فلسفہ﴾

﴿اھلِ سُنت والجماعت﴾ ﴿قسط: ۸﴾

(حضرت مولانا سیّد سلیمان ندویؒ)

مشکل عشق نہ درحوصلہ دانشِ ماست

حل ایں نکتہ بامیں فکر خطا نتواں کرد

آخری اعتراض آپ یہ کر سکتے ہیں کہ اس اُصول کے مطابق تو اسلام کے مخالف مذاہب پر بھی کوئی عقلی اعتراض نہیں کیا جاسکتا کہ ان کی صحت کا معیار بھی عقل نہیں ہوسکتا لیکن ہم یہ کہیں گے کہ اسلام نے جن مسائل کی تلقین کی ہے وہ سرتا پا عقلی ہیں، اور جب ان کے مخالف یا متضاد کوئی ہدایت کسی مذہب میں ہے تو درحقیقت وہ خلافِ عقل ہے اور اس کی صحت کا جائزہ عقل ہی سے لیا جاسکتا ہے، ہمارا مقصد اصلی اچھی طرح سمجھ لیجئے، قرآن اور سنت صحیحہ نے جو بتا دیا ہے وہ ہماری عقل کے مطابق ہے اور اسی پر آپ کو اکتفا کرنا چاہیے اور جو نہیں بتایا ہے، اس کی تشریح، اس میں زیادتی، یا اس میں کمی، بذریعہ عقل جائز نہیں یعنی اس راستہ پر ہم کو اپنی روشنی سے نہیں بلکہ خدا کی دی ہوئی روشنی کے سہارے سے چلنا چاہیے۔

آخر میں ایک اور غلطی دُور کر لینا چاہیے، میری تقریر سے یہ مطلب نہ سمجھا جائے کہ عقل بیکار محض ہے، بلکہ وہ محدود العلم ہے، ہمارے حواس جو ہماری عقل کے ذرائع علم ہیں اُن سے ہماری عملی عقل جو معلومات حاصل کرتی ہے ان سے آگے بڑھ کر ماورائے محسوسات میں وہ بیکار ہے، اور یہ عقل کی تحقیر نہیں بلکہ اس کے علم کے دائرہ کی واقعی تحدید ہے۔ بصارت ایک خاص فاصلہ کے آگے نہیں دیکھ سکتی، سماعت اپنے عمل کے لیے ایک مخصوص دائرہ چاہتی ہے، جس کے بعد وہ بیکار ہے، اسی طرح عقل انسانی ایک محدود دائرہ رکھتی ہے جس کے بعد وہ بیکار ہے، اور نیز جس طرح ہر حاسہ اپنے خاص کام کے علاوہ دوسرا کام انجام نہیں دے سکتا اسی طرح عقلِ انسانی بھی اپنے خاص دائرہ عمل کے سوا دوسرا کام انجام نہیں دے سکتی۔ جو شخص اس بات کا شاکی ہے کہ ہم مادیات میں رہ کر اپنی عقل کے ذریعہ سے ماورائے مادہ کے حالات سے کیوں واقف نہیں ہوسکتے، اس کو سب سے پہلے یہ شکایت کرنی چاہیے کہ لکھنؤ میں بیٹھ کر ہم کو لندن کی عمارتیں کیوں نظر نہیں آتیں اور ہندوستان میں ہم کو فرانس کے میدانِ جنگ کی توپوں کی آوازیں کیوں سنائی نہیں دیتیں۔

اھل السُنت کے عقائدِ صحیحہ

عقائد کی افادیت:

یہ سارے مباحث جو اُوپر گزرے، یہ حقیقت میں عقلی کش مکش اور ذہنی اُلجھاؤ کو عقل کی راہ سے سلجھانے کی کوشش ہے حالانکہ اس کے متعلق فیصلہ ہے کہ

ع کس نکشود و نکشاید بحکمت این مُعَمّا را

اس لیے عملی حیثیت سے ان اُلجھنوں میں پڑنے سے نہ کوئی فائدہ ہوا ہے اور نہ ہوسکتا ہے، اسی لیے اسلام نے صرف اُن عقائد پر زور دیا ہے جو انسان کے اعمال و اخلاق و کردار پر مؤثر ہوں، جو اس کو خیر اور نیکی کی طرف دعوت دیں، اور برائی اور شر سے اس کو بچائیں، اللہ تبارک و تعالیٰ کی توحید کا منشاء یہ ہے کہ اس کے سوا نہ کوئی نافع ہے اور نہ ضار، نہ کوئی نفع پہنچا سکتا ہے نہ نقصان، ہر حالت میں اسی کو پکارنا چاہیے اور اسی سے غیبی مدد مانگنا چاہیے، اس کے سوا کسی کا کوئی حقیقی ملجا و ماویٰ نہیں، وہ اپنے تمام صفات میں ہمہ تن کمال ہے، تمام اوصافِ حسنہ اور اسماء حسنیٰ کا وہ جامع ہے، اسی کا حکم ہے جو ساری دُنیا میں جاری ہے، وہ جو چاہتا ہے وہ کرتا ہے اور جس کا چاہے حکم دے، وہی گناہوں کو معاف کرتا ہے وہی غیب کا حال جانتا ہے۔

غرض اپنے ان تمام اوصافِ حسنہ کی تعلیم بندہ کو اس لیے دی ہے کہ بندہ کو خدا کی معرفت حاصل ہو، اور بندہ اسکے اوصافِ جمالیہ کی بناء پر اس سے محبت کرے اور اس کے اوصافِ جلالیہ کا خیال کر کے اس سے ڈرے، اور خدا کے اچھے صفات کا عکس اپنے اندر پیدا کر سکے۔

اھل سنت کے عقائد:

یہ چند باتیں بطور مثال کے لکھی ہیں، اسی طرح دوسرے عقائد بھی ہیں، جن کا اثر بندہ پر کسی نہ کسی طرح پڑتا ہے، اور وہ اُن سے معرفت یا عمل کا فائدہ اُٹھاتا ہے، ذیل میں ہم ان عقائد کو جو اہل سنت کے نزدیک مسلم ہیں اس غرض سے درج کرتے ہیں تاکہ عامۂ مسلمان اہلِ سنت کے عقائد مسلمہ پر مطلع ہوں اور اس سے اپنے عقائد کی تصحیح کریں تاکہ ایمان صحیح و کامل نصیب ہو۔

اہلِ سنت کے عقائد کا سب سے مختصر مضمون تو یہ ہے۔

اَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ ط

ترجمہ: ”میں زبان اور دِل سے گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں“

اس شہادت کے فقرۂ اُولیٰ کو شہادتِ توحید، اور فقرۂ ثانی کو شہادتِ رسالت کہتے ہیں، ظاہر ہے کہ

بندہ جب اللہ کے سوا اور کوئی معبود نہیں مانتا اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ کا رسول دِل و جان سے تسلیم کرتا ہے تو اس کے معنی یہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر جس قدر احکام نازل ہوئے، وہ اُن سب کو مانتا ہے، لیکن اس اجمال کے بعد مزید تفصیل کوئی چاہتا ہے تو وہ یہ ہے۔

اٰمَنْتُ بِاللّٰهِ وَمَلٰٓئِكَتِهٖ وَكُتُبِهٖ وَرُسُلِهٖ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَالْقَدْرِ خَيْرِهٖ وَشَرِّهٖ مِنَ اللّٰهِ تَعَالٰى وَالْبَعْثِ بَعْدَ الْمَوْتِ ط

ترجمہ: ”میں ایمان لایا ہوں اللہ پر، اور اُس کے فرشتوں پر، اور اُس کی کتابوں پر، اور اس کے رسولوں پر اور آخیر دِن پر اور اس بات پر کہ جو اچھا یا بُرا ہوتا ہے وہ سب اللہ تعالیٰ کی طرف سے مقدر ہے۔“

بندہ جب رسولوں اور کتابوں پر ایمان لایا تو سارے صحیح عقیدے اور اللہ تعالیٰ کے سارے احکام ان میں داخل ہو گئے، لیکن چونکہ یہ بھی مجمل ہیں، اس لیے علماء محققین نے ان اُمور کو جن کو خاص طور سے خیال میں رکھنا چاہیے کتاب وسنت سے لے کر یکجا کر دیا ہے تا کہ ہر مسلمان ان کو خوب سمجھ کر مان لے تا کہ اس کے مطابق اس کے دِین کے سارے کام دُرست ہو جائیں۔

اوّل ایمان باللہ:

سب سے پہلا اور سب سے اہم بنیادی عقیدہ یہ ہے کہ ہم اللہ تعالیٰ پر ایمان لائیں، اللہ تعالیٰ پر ایمان لانے کے معنی یہ ہیں کہ ہم اللہ تعالیٰ کو ان صفات کے ساتھ مانیں جن کو اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے بتایا ہے یعنی ہم یہ دِل سے مانیں اور زبان سے اقرار کریں کہ اللہ ایک ہے، وہ ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گا، وہ کسی کا محتاج نہیں، اور ساری چیزیں اس کی محتاج ہیں، اس کی تمام صفتیں اچھی ہیں، اور وہ ہر برائی سے پاک ہے، وہ ہر چیز پر قادر ہے، وہ سنتا اور دیکھتا ہے، وہ چھپے اور کھلے ہر شے کا علم رکھتا ہے، اس کو موت نہیں آتی، اس کو نیند نہیں آتی، دُنیا اور دُنیا کی ساری چیزیں پہلے ناپید تھیں، اللہ تعالیٰ نے اپنے اِرادے اور مشیت سے ان کو پیدا کیا اور وہ جب چاہے ان کو فنا کر دے، وہ کلام کرتا ہے، اس کا کوئی ساجھی اور ساتھی نہیں، اس جیسا کوئی نہیں، نہ اس کے ماں اور باپ ہے، اور نہ اسکی کوئی اولاد ہے، وہ ان سارے جسمانی رشتوں سے پاک ہے، وہ ساری دُنیا کا بادشاہ ہے اس کے حکم سے کوئی باہر نہیں، نہ اس کی قدرت سے کوئی چیز خارج ہے، وہ اپنے بندوں پر مہربان ہے، وہی پیدا کرتا ہے، اور وہی موت دیتا ہے، وہی اپنے بندوں کو سب آفتوں سے بچاتا ہے، اور وہی عزت والا ہے، بڑائی اور عظمت اور کبریائی والا ہے، گناہوں کا بخشنے والا ہے، زبردست ہے، بہت دینے والا

ہے، روزی پہنچانے والا، جس کی روزی چاہے تنگ کرے، جس کی چاہے فراخ کرے، جس کو چاہے عزت دے، اور جس کو چاہے ذلت دے، جس کو چاہے پست کرے جس کو چاہے بلند کرے۔

صفات:

خالق تعالیٰ میں مخلوق کی سی کوئی صفت نہیں پائی جاتی، اور نہ خالق تعالیٰ کی سی کوئی صفت مخلوق میں پائی جاتی ہے، قرآن اور حدیث میں بعض جگہ جو ایسی باتوں کی خبر دی گئی ہے، تو یا تو ان کے معنی کو اللہ کے سپرد کریں کہ وہی اس کی حقیقت جانتا ہے، اور ہم بے کھود کرید کئے ہوئے ایمان اور یقین کرلیں اور یہی بہتر ہے اور یا کچھ مناسب معنی اس کے لگا لئے جائیں جس سے وہ سمجھ میں آجائے، جیسا کہ علمائے متاخرین نے اختیار کیا ہے،

ایمان بالقدر:

عالم میں جو کچھ بھلا بُرا ہوتا ہے سب کو اللہ تعالیٰ اس کے ہونے سے پہلے ہمیشہ سے جانتا ہے اور اپنے جاننے کے موافق اس کو پیدا کرتا ہے، تقدیر اسی کا نام ہے۔

جبر و قدر:

بندوں کو اللہ تعالیٰ نے سمجھ اور اِرادہ دیا، جس سے وہ گناہ اور ثواب کا کام اپنے اختیار سے کرتے ہیں، مگر بندوں کو کسی کام کے پیدا کرنے کی قدرت نہیں ہے، گناہ کے کام سے اللہ تعالیٰ ناراض اور ثواب کے کام سے خوش ہوتے ہیں۔

تکلیف مالا یطاق:

اللہ تعالیٰ نے بندوں کو کسی ایسے کام کے کرنے کا حکم نہیں دیا جو بندوں سے نہ ہوسکے۔

عدم وجوب اصلح:

کوئی چیز خدا کے ذمہ ضروری نہیں، وہ جو کچھ مہربانی کرے اس کا فضل ہے۔

ایمان بالرسالت:

اللہ تعالیٰ نے بندوں کو سمجھانے اور سیدھی راہ بتانے کو بہت سے پیغمبر بھیجے، ان پیغمبروں کو خدا نے اپنے اِرادہ اور پسند سے برگزیدہ کیا، وہ سب گناہوں سے پاک ہیں، ان آنے والے پیغمبروں کی پوری گنتی اللہ تعالیٰ ہی کو معلوم ہے۔

معجزات:

ان کی سچائی بتانے کو اللہ تعالیٰ نے ان کے ہاتھوں ایسی مشکل باتیں کرائیں، جو اور لوگ نہیں کر سکتے ایسی باتوں کو معجزہ کہتے ہیں، اللہ تعالیٰ نے اپنے فرشتوں کے ذریعہ اپنی ہدایتوں، تعلیموں اور حکموں پر مطلع فرمایا اوران پیغمبروں نے ان کو سُن کر اپنے زمانہ کے لوگوں تک پہنچایا، اس کو وحی کہتے ہیں۔

ان پیغمبروں میں سب سے پہلے آدم علیہ السلام تھے، اور سب سے آخر حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور باقی درمیان ہیں۔ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی دوسرا شخص نبوت پر سرفراز ہو کر نہیں آئے گا، اور جو ایسا دعویٰ کرے وہ جھوٹا ہے، نبوت ورسالت کا منصب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات پر ختم ہو گیا، قیامت تک جتنے آدمی اور جنّ ہوں گے سب کے آپؐ پیغمبر ہیں۔ پیغمبروں میں سے بعضوں کا مرتبہ بعضوں سے بڑا ہے، سب میں زیادہ مرتبہ ہمارے پیغمبر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے۔

معراج:

ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے جاگتے میں جسم کے ساتھ مکہ سے بیت المقدس تک اور وہاں سے ساتوں آسمانوں پر، اور وہاں سے جہاں تک منظور ہوا پہنچایا، اور پھر واپس مکہ میں پہنچا دیا، اس کو معراج کہتے ہیں۔

ایمان بالملائکہ:

اللہ تعالیٰ نے کچھ مخلوقات کو نور سے پیدا کر کے ان کو ہماری نگاہوں سے پوشیدہ کیا ہے، ان کو فرشتے کہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے تدبیر عالم کے بہت سے کام اپنے اِرادہ اور مشیت سے کسی مصلحت سے ان کے سپرد کیے ہیں، وہ اللہ تعالیٰ کے احکام بجالاتے ہیں اور اپنے سپردشدہ کاموں کی انجام دہی میں کبھی سرتابی یا نافرمانی نہیں کرتے۔ وہ نہ انسانوں کی طرح کھاتے اور پیتے ہیں، اور نہ انسانوں کی طرح مرد اور عورت ہیں۔

شیاطین و جنات:

اللہ تعالیٰ نے کچھ مخلوقات آگ سے پیدا کی ہیں اور ان کو ہماری نظروں سے پوشیدہ کیا ہے، ان کو جن کہتے ہیں، ان میں نیک وبد سب طرح کے ہوتے ہیں، ان کے اولاد بھی ہوتی ہے، ان سب میں سب سے زیادہ مشہور شریر ابلیس یا شیطان ہے، جو لوگوں کو گناہ پر آمادہ کرتا ہے اور ان کے دِلوں میں وسوسے ڈالتا ہے، اور اللہ تعالیٰ کا نافرمان ہے۔

﴿باقی آئندہ﴾